level 3

GLA - 2024

سلسلہ خطبات، دروس و محاضرات فضیلۃ الشیخ دکتور ارشد بشیر مدنی حفظہ اللہ

# دروس علوم الحدیث

نوٹ۔ یہ نوٹس کا تعلق، مفرغات کے قبیل سے ہے، اسلوبِ خطاب اور اسلوبِ نثر نگاری میں فرق ہوتا ہے، جگہ جگہ اسلوبِ خطاب کا غلبہ محسوس ہوگا، اس لئے قارئین سے پیشگی معذرت پیش کرتا ہوں، والعذر عند الکرام مقبول۔ ان شاء اللہ۔ وشکرا


فضیلۃ الشیخ دکتور ارشد بشیر مدنی حفظہ اللہ

(WhatsApp) 00919290621633


ABM World Notes

Lesson no.1

# صحیح لذاته:

ما اتصل سنده بنقل عدل تام الضبط من غير شاذ ولا معلل

# حسن لذاته :

ما اتصل سنده بنقل عدل خفيف الضبط من غير شاذ ولا معلل

## تمہیدی کلمات

علوم الحدیث سے متعلق اکثر لوگ پوچھتے ہیں کہ

1. مرتبہ اولی صحیح لذاتہ کیا ہے ؟
2. مرتبہ ثانیہ صحیح لغیرہ کیا ہے؟
3. مرتبہ ثالثہ حسن لذاتہ؟
4. مرتبہ رابعہ حسن لغیرہ کیا ہے؟

صحیح لذاتہ اور حسن لذاتہ میں فرق: حسن لذاتہ اور صحیح لذاتہ میں کیا فرق ہے؟ اور حسن لذاتہ اور صحیح لغیرہ میں کیا فرق ہے؟

پہلے صحیح اور حسن کیا ہے؟ جانتے ہیں پھر دونوں میں فرق جانتے ہیں ان شاء اللہ-

ABM work shop notes

# صحیح کی تعریف (definition) میں محدثین کہتے ہیں:

1۔ما اتصل سنده

2-بنقل عدل

3- تام الضبط

4- من غير شاذ

5- ولا معلل

**5 کلمات پر غور کیجئے**

1. اتصال السند Ittasalussanad
2. عدالة/عدل adalah
3. تام الضبط Tammuzzabt
4. غیر شاذ Gair Shaz
5. غیر معلل Gair Muallal

ABM work shop notes

# الشرح

**ماروا ہ عدل تام الضبط** ، ( جسکو روایت کرے عدل راوی اور تام الضبط راوی) **عدل** **یعنی** اخلاق ( دل کا بھی اچھاہو) اور **تام الضبط** یعنی مضبوط حافظہ والا (میموری کا بھی اچھاہو)، اور تام الضبط کی شرط کی وجہ سے خفیف الضبط والا راوی خارج ہوگیا صحیح لذاتہ کی تعریف سے، ایک ہوتا ہے خفیف الضبط تھوڑا سا کم میموری والا، تھوڑي سی ہلکی میموری، اور اس کے اخلاق تو اچھے ہوں جیسا کہ جھوٹ نہ بولے، بدعتی نہ رہے، کافر نہ رہے، فاسق نہ رہے اور اسی طریقہ سے مخالف خوارم المروءۃ[1] یعنی کہ انسانیت کے خلاف بھی ایسی حرکت نہ ہو کہ جس کی وجہ سے اعتبار کھو جائے، عام زندگی کے اندر بھی یہ جھوٹ بولنے والا متہم بالکذب نہ ہو جائے یا ایسے کوئی کام جس کی وجہ سے معاشرے میں انسانیت کے خلاف شمار کیا جائے، اگر وہ جانوروں کو تکلیف دیتا ہو مذاق میں یا فلاں کے ساتھ بدتمیزی سے بات کرتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ ممکن ہے کہ یہ آدمی حدیث میں بھی جھوٹ بول سکتا ہے اور یہ شک پیدا ہو سکتا ہے، لہذا انسانیت و مروّت سے ٹکرانے والی باتوں اور حرکات سے وہ پرہیز کرے۔

| |
|---|
| الصحيحُ لِذَاتِه : بنقلِ عدلٍ تامِّ الضبطِ، متصلَ السند، غيرَ مُعَلّل ولا شاذٍّ ( نزهة النظر لابن حجر)<br><br>الصحيح: (محمود الطحان)<br><br>تعريفه:<br><br>أ- لغة: الصحيح: ضد السقيم. وهو حقيقة في الأجسام، مجاز في الحديث، وسائر المعاني.<br><br>ب- اصطلاحا: ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط، عن مثله إلى منتهاه، من غير شذوذ، ولا علة. |

[1] مروءت یا مروءت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ ایک بڑا محدث ہے اور ایک بچہ کو لیکر روڈ پر کھیل رہا ہے اور لوگوں کو تکلیف دے رہا ہے یعنی اس کے اندر انسانیت نہیں، لوگوں کو تکلیف پہنچا رہا ہے اور حالانکہ نماز تک بھی روڈ پر نہیں پڑھنا ہے، مومن تو وہ ہوتا ہے کہ جو تکلیف دہ چیز کو ہٹاتا ہے تو لہذا ایسے راوی کی حدیث کو مروت کی بنیاد پر رد کرتے ہیں

حدیث پر صحیح کا حکم لگانے کے لئے پانچ نکات کا خیال رکھنا چاہیے اس میں سے تین چیزیں ہونی چاہیے اور دو چیزیں نہیں ہونی چاہیے، تین چیزیں جو ہونی چاہیے

**(1)** اس میں ایک یہ ہے کہ **سند متصل** ہونا چاہیے یعنی راویوں کی جو چین chain ہے ٹوٹی ہوئی نہیں ہونا چاہئے ،بالکل متصل ہونا چاہئے۔

**(2) العدل:** اس کا دل یعنی سچائی واخلاق والا ہو اور جھوٹ نہ بولے، اخلاقی اعتبار سے بلند درجہ پر ہو اور

(3) **تام الضبط:** زیادہ ضبط یعنی میموری کے اعتبار سے قوی ہو، بعض کی میموری اچھی نہیں ہوتی ہے، ترس کھا کر حدیث نہیں لیں گے، کہ بڑا متقی ہے کیونکہ یہاں عمل کے اعتبار سے جنت اور جہنم کا فیصلہ نہیں ہو رہا ہے بلکہ حدیث محفوظ ہے یا نہیں؟ اس بات کا فیصلہ ہو رہا ہے لہذا تقوی کی بنیاد پر صحیح حدیث اور ضعیف حدیث کا فیصلہ نہیں ہو تا اور اسی طریقہ سے ایک آدمی کا حافظہ بہت زبردست ہے لیکن وہ داعی الی البدعۃ (بدعتی) یا کذاب ہے تو بھی مقبول نہیں۔

**(4) شاذ اور (5) معلل نہ ہو**

**سند میں یہ** دو چیزیں نہ ہوں معلل نہ ہو اور شاذ نہ ہو، معلل نہ ہو اس کا مطلب ہوتا ہے کہ سندِ حدیث کے اندر کسی بھی قسم کی چھپی ہوئی **علۃ خَفِیَّۃ قادحۃ** چھپی ہوئی اور جرح کرنے والی اس کے اندر کوئی بیماری (کمزوری) نہ ہو،

خلاصہ یہ ہے کہ مختلف سندیں جمع کرنے سے یہ پتہ چل جاتا ہے کہ کمزوری کہاں پر ہے۔[2]

---

[2] اب یہ کیسے معلوم ہوتا ہے؟ جواب: کئی سندیں اگر جمع کرلیں تو پتہ چل جاتا ہے، علی بن مدینی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ باب اذالم تجمع طرقہ لم یتبین خطئہ جب تک پورے طرق اور سندیں جمع نہیں ہو جاتی اور جمع نہیں کرتے، اس کے اندر کی غلطی واضح نہیں ہوتی، ایک سند و متن کے اندر ایک بات بتائی جارہی ہے اور دوسری سند و متن کے اندر اس سے بالکل ٹکراتی ہوئی بات آجائے، کبھی تیسری سند و متن کے اندر مزید اس سے ٹکراتی ہوئی کوئی بات ہو، اور متن آپس میں ٹکرا رہا ہو تو ایسی صورت میں پتہ لگانا ہے کہ غلطی کس راوی سے صادر ہو رہی ہے،

معلل کی بحث کے اندر محدثین، متن کا خیال کرتے ہیں اور متن دیکھتے ہی کہا کرتے تھے کہ یہ متن ٹکراؤ والا ہے؟، حدیث موقوف ہے یا مرفوع؟ سند الگ الگ کیوں ہو رہی ہے؟ تو اس کا مطلب یہ نکلا کہ اس میں کچھ چھپی ہوئی کمزوری ہے، پتہ لگانے سے پتہ چل جاتا ہے کہ ایک راوی ہے اس نے کچھ گڑبڑ کی ہے،

محدثین کیسے پتہ لگاتے ہیں؟ جواب: کئی سندوں کو جمع کر کے معلوم کرتے ہیں

کئی سندوں کو جمع کرنے کو مصطلح الحدیث میں معرفۃ الاعتبار للمتابعات والشواہد متابعات اور شواہد کو جمع کرنے کا کام جو ہوتا ہے اس کو کہتے ہیں اعتبار، تدبر کرنے کی ایک شکل کو اعتبار کہا جاتا ہے، عبرۃ کہتے ہے غور کر کے نصیحت حاصل کرنا یہ ایک اصطلاح ہے، یعنی پوری سندوں کو جمع کرنا محدثین کا ایک عظیم مشغلہ ہے اس کو شغل فاکہ کہہ لیجئے بڑا مزیدار ایک فن ہے، بڑی مزیدار مشغولیت ہے اور امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں آتا ہے کہ انکی جو کتاب العلل ہے اس کے بارے میں ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ مجھے حکایت ملی ہے کہ ان کے شاگرد نے کہا کہ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ نے علل یعنی کئی سندیں ایک متن کے لیے جمع کیں اور وہ لکھاتے تھے اپنے حافظے سے، ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہہ رہے ہیں کہ اگر یہ بات صحیح ہو جائے کہ انہوں نے اپنے حافظے سے علل کی کئی سندیں ایک متن کے لیے لکھوادی ہے تو میں کہنا چاہوں گا احفظ اھل الدنیا پوری دنیا میں سب سے بڑا حافظ امام دار قطنی رحمۃ اللہ علیہ ہے لیکن ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ انسان ہونے کے ناطے مجھے پلہ پڑھتا ہے کہ پوری کتاب نہیں ہو سکتی ہے کچھ کتاب انہوں نے

## مثال العلة الخفية القادحة ؟[3]

**أن تقع العلة في الإسناد وتقدح فيه وفي المتن معاً، وذلك مثل إبدال راو ضعيف براو ثقة، كـ حماد بن أسامة كان يروي عن شيخه عبد الرحمن بن يزيد بن تميم، وكان يعرف من اسمه عبد الرحمن بن يزيد فقط، فغلب على ظنه أن اسمه عبد الرحمن بن يزيد بن جابر فكان يقول من عند نفسه :حدثنا عبد الرحمن بن يزيد بن جابر، وهو في الحقيقة ابن تميم، فهنا يضعف الحديث رغم أن العلة لحقت بالإسناد؛ لأن عبد الرحمن بن يزيد بن جابر ضعيف وابن تميم ثقة، فهو أبدل الراوي الثقة براو ضعيف، فهذه العلة تقدح في السند والمتن معاً؛ لأن الراوي ضعيف.**

**شاذ:** شاذ کا مطلب ہوتا ہے **مخالفة الثقة لمن هو اوثق منه** یعنی کہ ایک ثقہ راوی ہے اس نے روایت بیان کی لیکن اس سے بھی زیادہ پاور فل، اوثق ہے، اگر یہ ثقہ کی بات اوثق سے ٹکرا جائے تو ایسے وقت پر اوثق کی بات لے لیتے ہے اور ثقہ کی بات کو چھوڑ دیتے ہے یہ جو مخالفت ہوئی اور اس بنا پر جو چھوڑ دیا گیا اور مقبول نہ ہوئی اس کو کہتے ہے شاذ،

**خلاصہ** یہ نکلا کہ پانچ چیزوں میں سے تین چیزیں ہونی چاہئے یعنی کہ **سند متصل** ہو اور **راوی عادل** ہو (اخلاق کا اچھا ہو) اور اسی طرح سے ضبط کے اعتبار سے **تام الضبط** ہو کمپلیٹ میموری ہونی چاہئے اور دو چیزیں نہیں ہونی چاہیے **معلل** نہ ہو اور **شاذ** نہ ہو

---

لکھائی ہو گی پوری کتاب لکھنا ایک انسان کے بس کی بات نہیں ہے ایک غیر معمولی چیز ہے اگر ہے تو وہ احفظ اھل الدنیا ہے، تو دیکھا آپ نے، اتنا باریک علم پر علی بن مدینی اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور امام ابوداؤد رحمۃ اللہ علیہ جیسے بڑے بڑے جہابزہ (ماہرین) کو اللہ نے پیدا فرمایا۔

[3] علة غير قادحه کی مثال عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کردہ صحیح مسلم کی حدیث جبریل ہے، صحیح بخاری میں حدیث مذکور نہیں بروایت عمر کیونکہ اس میں ارسال کا شبہ ہے اور ابن بریدۃ سے مراد عبد اللہ اور سلیمان کا بھی کا بھی اشکال تھا لیکن سب اشکالات کے تشفی بخش جوابات موجود ہے اس لئے اسکو علت غیر قادحہ میں شمار کیا گیا

ABM Work Shop notes

# شاذ کا مطلب اور اسکی مثال؟[4]

مثال کے طور پر اذان کے بعد کی دعاء میں ایک روایت میں ثقہ راوی انک لا تخلف المیعاد کہہ رہا ہے اور ایک روایت میں اوثق راوی **انک لا تخلف المیعاد** بیان نہیں کر رہا ہے تو کہتے ہے کہ یہاں پر چونکہ اوثق (زیادہ پاورفل) راوی انک لا تخلف المیعاد نہیں کہہ رہا ہے اور اس سے کم درجہ کا ثقہ راوی، انک لا تخلف المیعاد کہہ رہا ہے تو محدثین کہتے ہیں کہ یہ ضعیف ہے اور شاذ ہے،

اگر کوئی یہ دیکھے کہ انک لا تخلف المیعاد کا راوی ثقہ ہے تو ایک آدمی کہے گا زیادۃ الثقۃ مقبولۃ، ثقہ نے زیادہ کیا ہے لہذا مقبول ہونا چاہئے لیکن ایسا نہیں ہے کیونکہ، پورا مکمل اصول یہ ہے زیادۃ الثقۃ مقبولۃ مالم تخالف الاوثق منہ، یہ ہے مکمل اصول جو ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے بیان کیا بلکہ شیخ البانی رحمۃ اللہ رد کرتے ہیں ان لوگوں پر جو کہتے ہے کہ زیادۃ الثقۃ مقبولۃ ثقہ نے زیادہ کیا ہے تو مقبول ہے، حقیقت میں ایسا نہیں ہے بلکہ کب مقبول ہے؟ اس پر بھی غور کرنا ضروری ہے!! قبول کرنے کے لئے ایک شرط ہے کہ **مالم تخالف الاوثق منہ** یعنی ثقہ اس سے بھی زیادہ اوثق سے نہ ٹکرائے تو تو تب جاکر مقبول ہو جائے گی ورنہ اوثق کی بات لیں گے اور ثقہ کی بات چھوڑ

---

[4] نوٹ: بعض لوگ جو محدثین پر طعنہ دیتے ہے کہ یہ لوگ صرف روایت واسانید کو دیکھتے ہیں اور درایت نہیں، تو ایسی بات نہیں ہے بلکہ متن کو بھی تو دیکھ رہے ہیں، متن مضطرب ہے یا نہیں؟ اور اسی طریقے سے مقلوب، متن آگے پیچھے ہوا ہے یا نہیں؟ اس کا مطلب ہے کہ محدثین متن پر غور کرتے ہیں، محدثین کے بارے میں زیادہ نہیں پڑھ کر اعتراض کرنا ایسا ہی ہے جیسا کہ سینگ والا بکرا جاکر ایک پہاڑ کو اپنے سینگوں سے مارتا ہے تو سینگ ٹوٹیں گے یا پہاڑ ٹوٹے گا؟ جواب یہ ہے کہ سینگ ٹوٹیں گے اور اس طریقے سے وہ لوگ جو محدثین کی محنت اور مناہج کو نہیں پڑھ کر محدثین پر اعتراضات کرتے ہیں تو ہمیں ڈر ہے کہ اعتراض کرنے والے کے سینگ ٹوٹ جائیں گے لہذا اپنے سینگوں کو بچانے کی کوشش اور حفاظت کیجئے جن کے قلعہ شیشے کے ہوتے ہیں وہ پتھر والے قلعوں پر حملہ نہیں کرتے، تو ایسے بھولا پن کا ثبوت نہ دیں تو بہتر ہے ورنہ محدثین کو چاہنے والے ہم جیسے طالب علم زندہ ہیں اور ایسے لوگوں کا ہر زمانے میں محبین محدثین پیچھا کریں گے ان شاء اللہ، سارے محدثین کے راستے پر چلنے والے طلباء کی اللہ حفاظت کرے اور اعتراض کرنے والوں کو بھی اللہ تعالی حفاظت کرے اور ہدایت دے میں نے مطالعہ کے دوران یہ پایا کہ وہ لوگ بھی بڑے اچھے ہوتے ہے کیونکہ میں نے تاریخ میں دیکھا ہے علامہ رشید رضا تھے اعتراضات کیے اعتراضات کیے ایک وقت آیا کہ وہ پلٹ گئے اور جب وہ پلٹ گئے تو المنار ایک ایسی میگزین نکالی، جس کے اندر انہوں نے حدیث کے دفاع میں کافی کام کیا ہے یہاں تک کہ شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ آج میں محدث بنا ہوں تو علامہ رشید رضا رحمۃ اللہ علیہ کے مقالے پڑھ پڑھ کر محدث بنا ہوں تو دیکھا آپ نے بعض منکرین حدیث پر اعتراضات کرتے ہیں تو مجھے ان پر ترس آتا ہے کہ اگر یہ لوگ بدل جائیں گے تو ان شاء اللہ اگرچہ کہ ان کا عمل نفرت والا ہے، غلط چیز ہے لیکن ان کی عقل اچھی ہوتی ہے اگر ان کو صحیح تعلیم دی جاے اور سدھار دیا جاے تو یہ لوگ تبدیل ہو کر حدیث کی خدمت کرنے والے بہترین ثابت ہو سکتے ہیں لیکن یہ لوگوں کی باتوں میں آکر، شہرت کی خاطر یا ان کو کل جدید لذیذ نئے نئے چیزیں بولنے کا شوق پڑھ جاتا ہے اور واہ واہ گری مل جاتی ہے یا فتنہ گر لوگ ان کو کافی پروموٹ کرتے ہیں اور وقتی طور پر بھٹک جاتے ہیں لیکن جب ان کی یہی عقل ان کا صحیح استعمال کیا جائے تو حدیث کے دفاع کے لئے استعمال میں آسکتی ہے، لہذا منکرین حدیث کو بھی حکمت سے سمجھایا جائے تو ان شاء اللہ حدیث کی حفاظت کا ایک بڑا کام ہو گا، تبدیل ہو کر انکارِ حدیث سے توبہ کرنے والے اور طلباء علم حدیث دونوں مل کر کام کریں گے تو علم حدیث کا کام آگے بڑھے گا ان شاء اللہ، یہ میری امید اور تمنا اور دعا ہے ان شاء اللہ۔

ABM work shop notes

دی جائے گی اس لئے اذان کے بعد کی جو دعا ہے انک لاتخلف المیعاد نہیں پڑھیں گے، تو دیکھا آپ نے اصل کے جاننے سے کتنا فرق ہو جاتا ہے۔

**خلاصہ یہ ہے کہ حدیث پر صحیح کا حکم لگانے کے لئے پانچ نکات کا خیال رکھنا چاہیے اس میں سے تین چیزیں ہونی چاہیے (1-اتصال السند 2- العدل 3- تام الضبط) اور دو چیزیں نہیں ہونی چاہیے (4- معلل،5-شاذ)**

## شرح تعریف الحدیث الصحیح :

**صحیح کی تعریف؟اور صحیح کی تعریف سے کیا کیا اقسام خارج ہو جاتے ہیں؟**

**1 سند متصل ہو: تو اس کا مطلب ہے کہ اس قید سے منقطع، مرسل، معضل اور مدلس نکل گئی۔**

**2عدل ہو: تو اس کا مطلب ہے کہ اس قید سے جھوٹا نکل گیا، کذاب نکل گیا ہے، فاسق یہ سارے نکل گئے متہم بالکذب نکل گئے۔**

**3 تام الضبط ہو: تو اس کا مطلب ہے کہ اس قید سے خفیف الضبط، شدید الغفلہ اور اسی طریقہ سے سیئ الحفظ بہت زیادہ ضعیف جس کے اچھا ہونے کا چانس نہیں ہے، بہت ہی فاحش الغلط، پرلے درجے کی غلطیاں کرنے والا یہ سب نکل گئے اور اسی طریقہ سے**

**4 معلل نہ ہو اور 5 شاذ نہ ہو**

**صحیح آپ نے سمجھ لیا ہے تو حسن سمجھنا آسان ہے ان شاء اللہ**

ABM Work Shop Notes

نوٹ: ابن حجر رحمہ اللہ نے فرمایا کہ صحیح درجہ کا راوی وہ ہوتا ہے جو حدیث سنتے وقت غافل نہیں رہتا اور دوسروں کو پہنچاتے وقت اسکو دقت نہ ہو استحضار میں (دماغ سے یاد کی ہوئی بات حاضر کرنے میں)، اور اسکو استحضار میں بڑی آسانی ہوتی ہو اور اسے آسانی سے سناتا ہو لیکن حسن درجہ کے راوی کا مرتبہ صحیح کے راوی سے کم ہوتا ہے ضبط (حفظ)[5] میں۔

## خلاصہ عربی عبارات کی شکل میں

## 1. الصحيح : ( تيسير مصطلح الحديث الشيخ محمود الطحان )

### ١ -تعريفه:

أ -لغة :الصحيح: ضد السقيم. وهو حقيقة في الأجسام، مجاز في الحديث، وسائر المعاني[6].

ب -اصطلاحا :ما اتصل سنده بنقل العدل الضابط، عن مثله إلى منتهاه، من غير شذوذ، ولا علة.

### ٤ -مثاله:

ما أخرجه البخاري في صحيحه، قال" :حدثنا عبد الله بن يوسف، قال :أخبرنا مالك، عن ابن شهاب، عن محمد بن جبير بن مطعم، عن أبيه، قال :سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم قرأ في المغرب بالطور."

فهذا الحديث صحيح؛

### ٥ -حُكْمُهُ:

وحكمه :وجوب العمل به بإجماع أهل الحديث، ومن يعتدُّ به من الأصوليين والفقهاء. فهو حجة من حجج الشرع. لا يسع المسلم ترك العمل به[7].

---

[5] حفظ وضبط کی دو قسمس ہیں

1ضبط کتاب

2ضبط صدر

اس پر تفصیلات پہلے لیول میں گذر گئی اور مستقبل میں پھر اعادہ ہو گا ان شاء اللہ

[6] لغت میں: لفظ صحیح یہ "سقیم" کی ضد میں استعمال کیا جاتا ہے (سقیم کا معنی ہے بیمار) لفظِ صحیح (کا یہ لغوی معنی یعنی صحت مند) "اجسام" میں حقیقی معنی میں ہے جب کہ "حدیث" میں حقیقی معنی میں نہیں۔

[7] صحیح حدیث کا حکم: معتبر اصولیین، فقہاء اور محدثین کے نزدیک یہ اجماع ہے کہ "صحیح" حدیث پر عمل کرنا واجب ہے اور "صحیح حدیث" شرعی حجت دلیل میں شمار ہے اور کسی مسلمان کے لیے بھی اس پر عمل ترک کرنے کی چھوٹ نہیں۔

ABM work shop notes

## Lesson no.2

نوٹ: صحیح لذاتہ کے بعد صحیح لغیرہ کا مقام ومرتبہ ہے، لیکن صحیح لغیرہ کو بہتر سمجھنے کے لئے پہلے حسن لذاتہ سمجھنا ضروری، حسن لذاتہ سمجھنے کے بعد صحیح لغیرہ سمجھنا آسان ہے، ان شاء اللہ۔

# 2- الصحيح لغيره

# 3- حسن لذاته

**(نوٹ: حسن لذاتہ میں خفیف الضبط اور صدوق کی اصطلاح سمجھنے پر ترکیز فرمائیے)**

## 3- الحسن لذاته : ( تيسير مصطلح الحديث الشيخ محمود الطحان )

1- **تعريفه المختار** :ويمكن أن يعرف الحسن بناء على ما عرفه به ابن حجر بما يلي: "هو ما اتصل سنده بنقل العدل الذي خف ضبطه، عن مثله إلى منتهاه، من غير شذوذ ولا علة[8]."

### 2- حُكْمُهُ:

هو كالصحيح في الاحتجاج به، وإن كان دونه في القوة، ولذلك احتج به جميع الفقهاء، وعملوا به، وعلى الاحتجاج به معظم المحدثين والأصوليين،[9]

### 3- مثاله:

ما أخرجه الترمذي قال" :حدثنا قتيبة، حدثنا جعفر بن سليمان الضبعي، عن أبي عمران الجوني، عن أبي بكر بن أبي موسى الأشعري قال :سمعت أبي بحضرة العدو يقول: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :إن أبواب الجنة تحت ظلال السيوف " ... الحديث٢.

فهذا الحديث قال عنه الترمذي" :هذا حديث حسن غريب."

قلت :وكان هذا الحديث حسنا؛ لأن رجال إسناده الأربعة ثقات إلا جعفر بن سليمان الضبعي فإنه حسن الحديث لذلك نزل الحديث عن مرتبة الصحيح إلى مرتبة الحسن

**حسن کی تعریف کا خلاصہ یہ ہے کہ**

**1- متصل ہو**

**2- عدل ہو**

---

8 اس کا معنی شرح میں ملاحظہ فرمائیے

9 حسن لذاتہ، حجت میں صحیح کی طرح ہے اگرچہ قوت میں صحیح سے کم ہے۔ اسی لیے سب فقہاء نے حسن لذاتہ کو دلیل بنایا ہے اور اس پر عمل کیا ہے اور محدثین اور علماءِ اصول کی ایک بہت بڑی تعداد نے اس کو دلیل اور حجت بنایا ہے

ABM work shop notes

## 3-(خفیف الضبط) ضبط میں کمی ہو

## 4- معلل نہ ہو اور 5- شاذ نہ ہو

### خفیف الضبط : میموری پاور میں تھوڑی سی کمزوری آجاتی ہے، وہ کیسے ؟

**مثال** میں نے حدیث سنائی اور آپ نے سیکھ لیا، اب نیند سے اٹھا کر رات یا دن میں کہوں یا دس سال کے بعد بھی بلا کر کہوں کہ اچھا اس وقت پر میں نے آپ کو کیا سکھایا تھا ؟ تو آپ نے آسانی سے مذکورہ چیز سنا دی یعنی بغیر کسی ایک رکلیکشن کے تو یہ ہے صحیح درجہ کا راوی اور ایک طریقہ ہے سنانے کیلئے تھوڑا وقفہ لیتا ہے اور سناتا ہے، اب راوی نے صحیح بولا یا نہیں ؟ صحیح تو بولا ہے لیکن بولنے میں وقت لیا، اس کو کہتے ہیں ری کلیکشن، استحضار کے لئے وقت لیا، ری کللکٹ کرنے کے لئے تھوڑا سا وقت لے لیا اور رک رک کر سناتا ہے، اس کو کہتے ہیں خلل واقع ہوا اس کو خفیف الضبط کہتے ہیں، دیکھا جائے تو آج کے دور میں یہ عام بات ہے اور پورے خفیف الضبط ہیں، خلاصہ یہ ہے کہ تھوڑی سی خفت آئی ، ثقہ کے مقابلہ میں اسکے ضبط کے اندر اب یہ حسن درجہ کی ہو گئی۔ اللہ اکبر

نوٹ: میں نے یہاں ایک مثال دیکر سمجھایا صحیح اور حسن درجہ کے راوی میں فرق کے لئے اور بھی کئی طریقے ہیں جس کے ذریعہ محدثین فرق کرتے ہیں صحیح اور حسن درجہ کے راوی میں، 12 مراتب الرواۃ[10] کا مستقل درس آنے والا ہے تفصیل کے ساتھ، اس میں اور فرق واضح ہو گا ان شاء اللہ۔

ABM Work shop Notes

---

[10] " تقریب التهذیب" الذي قرَّب فيه ابن حجر كتابه "تهذيب التهذيب" الذي هذَّب فيه ابن حجر كتاب الإمام الحافظ المزي "تهذيب الكمال" الذي هذَّب فيه وكمل كتاب الإمام ابن قدامة "الكمال في معرفةِ أسماء الرجال", وفيما يلي سنوردُ كلام ابن حجر رحمه الله في كل رتبة بما نصه في "التقريب."

**فأولها: الصحابة : فأصرح بذلك لشرفهم. ( المصدر : ملتقى اهل الحديث )**

**الثانية : من أكد مدحه : إما : بأفعل : كأوثق الناس ، أو بتكرير الصفة لفظا: كثقة ثقة، أو معنى: كثقة حافظ.**

**الثالثة: من أفردَ بصفةٍ , كثقةٍ , أو متقنٍ , أو ثبتٍ , أو عدل.**

الرابعة : من قصر عن درجة الثالثة قليلا ، وإليه الإشارة : بصدوق ، أو لا بأس به، أو ليس به بأس.

الخامسة : من قصر عن الرابعة قليلا ، وإليه الإشارة بصدوق سيء الحفظ ، أو صدوق يهم ، أو له أوهام ، أو يخطىء ، أو تغير بأخرة / ويلتحق بذلك من رمي بنوع من البدعة ، كالتشيع والقدر، والنصب ، والإرجاء، والتهجم ، مع بيان الداعية من غيره.

السادسة : من ليس له من الحديث إلا القليل ، ولم يثبت فيه ما يترك حديثه من أجله ، وإليه الإشارة بلفظ: مقبول ، حيث يتابع ، وإلا فلين الحديث.

السابعة : من روى عنه أكثر من واحد ولم يوثق ، وإليه الإشارة بلفظ : مستور ، أو مجهول الحال.

الثامنة : من لم يوجد فيه توثيق لمعتبر ، ووجد فيه إطلاق الضعف ، ولو لم يفسر ، وإليه الإشارة بلفظ : ضعيف.

التاسعة : من لم يرو عنه غير واحد ، ولم يوثق ، وإليه الإشارة بلفظ : مجهول.

العاشرة : من لم يوثق البتة ، وضعف مع ذلك بقادح ، وإليه الإشارة : بمتروك ، أو متروك الحديث ، أو واهي الحديث ، أو ساقط.

الحادية عشرة : من اتهم بالكذب.

الثانية عشرة : من أطلق عليه اسم الكذب ، والوضع. ( ملتقى اهل الحديث )

**مااتصل سندہ بنقل عدل خفیف الضبط**یا**خف ضبطہ** یعنی ضبط میں تھوڑی سے کمی آگئی ہو، راوی کے حافظہ وقوت ضبط کو جانچنے کے لئے اور صحیح درجہ کے راوی اور حسن درجہ کے راوی میں فرق کرنے کے لئے، محدثین کے پاس مختلف طریقے ہے۔

## صدوق اوصدوق سیئ الحفظ، صدوق یھم میں ابن حجر نے کیا فرق پیش کیا ہے؟[11]

حسن درجہ کے راوی کے لئے، ابن حجر رحمہ اللہ نے صدوق کا لقب استعمال کیا ہے، صدوق جس میں حدیث سنانے میں وہم ہونا اور خطأ ہونا یا زیادہ وہم کا شکار ہونا ایسے الفاظ اور ایسی کمزوریوں کی نسبت نہیں کی گئی ہو اور وہ حسن درجہ کا راوی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ حسن درجہ کا راوی حدیث سنانے میں خطا کا شکار نہیں ہو تا لیکن صحیح درجہ کے راوی سے اسکے استحضار کی قوت کم رہتی ہے، جبکہ صدوق سیئ الحفظ (ایسا صدوق جس میں حدیث سنانے میں وہم ہونا اور خطأ ہونا یا زیادہ وہم کا شکار ہونا ایسي کمزوریاں ظاہر ہو جائے) کا مرتبہ حسن لذاتہ درجہ کے راوی سے کم ہو جاتا ہے اور حسن لغیرہ کے مرتبہ میں شمار ہو جاتا ہے۔

## صحیح اور حسن کا فرق:

صحیح اور حسن میں کیا فرق ہو تا ہے؟

جواب: حسن میں بھی یہ 5 اصول ہے کہ 1-سند متصل ہونی چاہیے اور 2-عدل ہونا چاہیے (اخلاق میں کوئی کمی بھی نہیں ہو اور جھوٹا ہونے کا سوال ہی نہیں اٹھتا، اخلاقی اعتبار سے کوئی بھی کمی نہیں ہے) لیکن 3-ضبط میں تھوڑی سی کمی ہوتی

[11] هل يُحسَّن حديث الراوي الذي قال فيه الحافظ ابن حجر: صدوق يهم أو له أوهام ؟
الشيخ محمد ناصر الالباني
السائل : قول ابن حجر -رحمه الله تعالى- فيمن يقول فيه: صدوق ربما وهم، صدوق له أوهام، صدوق في هذه المرتبة هل يحسن حديثه على الإطلاق ؟
الشيخ : لا.
السائل : كيف ؟
الشيخ : هذا إذا وقفنا عند قول الحافظ فإنما يعني أن حديثه دون الحسن، ولكنه ليس شديد الضعف بل هو مما يُستشهد به، مَن قال فيه: صدوق فقط فهو الذي يكون حديثه حسنًا، أما إذا قال فيه: صدوق سيء الحفظ، أو صدوق ربما وهم، أو صدوق له أوهام، فهذا حديثه ينزل عن مرتبة الحسن لكنه يُرشَّح أن يكون حسنًا بمجيئه من طريق أخرى مثل الطريق هذه، أقول: إذا وقفنا عند قول الحافظ هذا، لأن قول الحافظ في كتابه * التقريب * مثل هذا القول أو غيره هو اجتهادٌ في الغالب يكون على صواب، لكن أحيانًا يجانبه الصواب، لأنه كما نقول دائمًا: إنسان يخطئ ويصيب، فمن وقف عند قول الحافظ في راوٍ ما إنه صدوق يهم فلا ينبغي أن يحسن حديثه فضلًا عن أن يصححه.
ولكن أحيانًا يختلف وجهة نظر الباحثين عن قول ابن حجر العسقلاني في راو ما بأنه صدوق يهم أو أنه مثلًا مستور أو مجهول أو ما شابه ذلك، يختلف الرأي، فقد يكون أحيانًا صدوق يهم كلمة: يهم الأرجح أن تُحذف، حينئذ يكون حديثه حسنًا، وقد يكون قوله أحيانًا في راوٍ ما إنه مستور، قد يكون الصواب أن يقال فيه صدوق وهكذا، إنما القصد أنَّ الحافظ ابن حجر إذا قال في راوٍ ما: " صدوق يهم " وكان هذا مطابقًا للقول الراجح عند الأئمة الآخرين فيكون حديثه دون الحسن ولكنه يقبل التقوية بمثله وقد يرتقي حديثه بمثله إلى مرتبة الحسن، وقد يرتقي إذا كثُرت أمثاله من الأسانيد إلى مرتبة الحديث الصحيح، وبهذا القدر كفاية، والحمد لله رب العالمين.

ABM Workshop Notes

ہے، حسن کی تعریف خفیف الضبط ہے یعنی قوت حافظہ وضبط میں کمی اور کمی کا مطلب وہ کمی نہیں کہ بھول جانا اور غلط یاد کر لینا، باقی کے اصول اور شرطیں وہی ہیں جو صحیح کی تعریف میں ہے 4- معلل نہ ہو اور 5- شاذ نہ ہو

---

## صحیح لغیرہ اور حسن میں کیا فرق ہے؟

نوٹ: صحیح کے بعد حسن لذاتہ (خف ضبط) کہا گیا تھا، تام الضبط کے مقابلہ میں تھوڑا خفیف درجہ واقع ہوا، میموری پاور میں راوی کا حافظہ تھوڑا کم ہوا تو درجہ گرا کر کہا گیا حسن لذاتہ، ایسے ہی جب کئی حسن لذاتہ درجہ کے اسانید جمع ہوں تو یہ پورے ملکر ہو جاتے ہیں صحیح لغیرہ اور رہا حسن لذاتہ اگر ایک سند ہو حسن کے درجہ میں تو حسن لذاتہ کہتے ہیں، کئی سندیں حسن لذاتہ کے لیول پر ہو تو اس کو صحیح لغیرہ کہتے ہیں بس اتنا ہی فرق ہے صحیح لغیرہ اور حسن لذاتہ میں۔

## 2-الصحيح لغيره [12] : ( تيسير مصطلح الحديث الشيخ محمود الطحان )

**١ -تعريفه:**

هو الحسن لذاته إذا روي من طريق آخر مثله أو أقوى منه. وسمي صحيحا لغيره؛ لأن الصحة لم تأت من ذات السند الأول، وإنما جاءت من انضمام غيره له .ويمكن تصوير ذلك بمعادلة رياضية على الشكل التالي:

حسن لذاته + حسن لذاته= صحيح لغيره

**٢ -مرتبته:**

هو أعلى مرتبة من الحسن لذاته، ودون الصحيح لذاته[13].

**٣ -مثاله:**

حديث محمد بن عمرو، عن أبي سلمة، عن أبي هريرة، أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال" :لو لا أن أشق على أمتي لأمرتهم بالسواك عند كل صلاة "

قال ابن الصلاح" :فمحمد بن عمرو بن علقمة من المشهورين بالصدق والصيانة، لكنه لم يكن من أهل الإتقان، حتى ضعفه بعضهم من جهة سوء حفظه، ووثقه بعضهم لصدقه وجلالته،فحديثه من هذه الجهة حسن، فلما انضم إلى ذلك كونه روي من أوجه أُخَرَ زال بذلك ما كنا نخشاه عليه من جهة سوء حفظه، وانجبر به ذلك النقص اليسير، فصح هذا الإسناد، والتحق بدرجة الصحيح".

---

12 حَسَنٌ لذاتہ "حدیث جس کو اسی جیسے یا اس سے بھی قوی کسی دوسرے طریق سے روایت کیا جائے اور اس حدیث کو "صحیح لغیرہ" کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس حدیث کی صحت خود اس حدیث کی سند سے نہیں آتی بلکہ دوسری سند کے اس کے تائید کی وجہ سے ہے۔ ہم اس کو درج ذیل ریاضی حساب کے طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں، حسن لذاتہ + حسن لذاتہ = صحیح لغیرہ

13 "صحیح لغیرہ" کا مرتبہ "حسن لذاتہ" سے اوپر اور "صحیح لذاتہ" سے کم ہے مرتبہ میں۔

ABM work shop notes

# Lesson no.3

## حسن لغیرہ کیا ہے؟[14]

## الحسن لغيره: ( تيسير مصطلح الحديث الشيخ محمود الطحان )

**١ -تعريفه:**

هو الضعيف إذا تعددت طرقه، ولم يكن سبب ضعفه فسق الراوي أو كذبه[15].

يستفاد من هذا التعريف أن الضعيف يرتقي إلى درجة الحسن لغيره بأمرين، هما:

أ- أن يروى من طريق آخر فأكثر، على أن يكون الطريق الآخر مثله أو أقوى منه.

ب- أن يكون سبب ضعف الحديث إما سوء حفظ راويه، وإما انقطاعا في سنده، أو جهالة في رجاله.

**٢ -سبب تسميته بذلك[16]:**

وسبب تسميته بذلك أن الحسن لم يأت من ذات السند الأول، وإنما أتى من انضمام غيره له.

ويمكن تصوير ارتقاء الحديث الضعيف إلى مرتبة "الحسن لغيره "بمعادلة رياضية على النحو التالي:

ضعيف + ضعيف= حسن لغيره

**٣ -مرتبته[17]:**

الحسن لغيره أدنى مرتبة من الحسن لذاته.

"وينبني على ذلك أنه لو تعارض الحسن لذاته مع الحسن لغيره قدم الحسن لذاته.

---

14 هل يُحسَّن حديث الراوي الذي قال فيه الحافظ ابن حجر: صدوق يهم أو له أوهام ؟

الشيخ محمد ناصر الالباني

السائل : قول ابن حجر -رحمه الله تعالى- فيمن يقول فيه: صدوق ربما وهم، صدوق له أوهام، صدوق في هذه المرتبة هل يحسن حديثه على الإطلاق ؟

الشيخ : لا.

السائل : كيف ؟

الشيخ : هذا إذا وقفنا عند قول الحافظ فإنما يعني أن حديثه دون الحسن، ولكنه ليس شديد الضعف بل هو مما يُستشهد به، مَن قال فيه: صدوق فقط فهو الذي يكون حديثه حسنًا، أما إذا قال فيه: صدوق سيء الحفظ، أو صدوق ربما وهم، أو صدوق له أوهام، فهذا حديثه ينزل عن مرتبة الحسن لكنه يُرشَّح أن يكون حسنًا بمجيئه من طريق أخرى مثل الطريق هذه، أقول: إذا وقفنا عند قول الحافظ هذا، لأن قول الحافظ في كتابه * التقريب * مثل هذا القول أو غيره هو اجتهادٌ في الغالب يكون على صواب، لكن أحيانًا يجانبه الصواب، لأنه كما نقول دائمًا: إنسان يخطئ ويصيب، فمن وقف عند قول الحافظ في راوٍ ما إنه صدوق يهم فلا ينبغي أن يحسن حديثه فضلًا عن أن يصححه.

ولكن أحيانًا يختلف وجهة نظر الباحثين عن قول ابن حجر العسقلاني في راو ما بأنه صدوق يهم أو أنه مثلًا مستور أو مجهول أو ما شابه ذلك، يختلف الرأي، فقد يكون أحيانًا صدوق يهم كلمة: يهم الأرجح أن تُحذف، حينئذ يكون حديثه حسنًا، وقد يكون قوله أحيانًا في راوٍ ما إنه مستور، قد يكون الصواب أن يقال فيه صدوق وهكذا، إنما القصد أنَّ الحافظ ابن حجر إذا قال في راوٍ ما: " صدوق يهم " وكان هذا مطابقًا للقول الراجح عند الأئمة الآخرين فيكون حديثه دون الحسن ولكنه يقبل التقوية بمثله وقد يرتقي حديثه بمثله إلى مرتبة الحسن، وقد يرتقي إذا كثُرت أمثاله من الأسانيد إلى مرتبة الحديث الصحيح، وبهذا القدر كفاية، والحمد لله رب العالمين.

15 ضعیف(منجبر)حدیث جس کے طرق متعدد ہوں،جب کہ اس کی اسناد کاضعف،راوی کافسق یاکذب کے سبب نہ ہو

اس تعریف سے یہ فائدہ حاصل ہوتاہے کہ "ضعیف(منجبر)" دواسباب کی وجہ سے "حسن" کے درجے تک پہنچ جاتی ہے

1۔ایک یہ کہ وہ ضعیف حدیث ایک یااس سے زیادہ طرق سے بھی مروی ہوبشرطیکہ وہ دوسرا طریق یاتو اسی پہلے طریق جیساہو یااس سے قوی ہو۔

2۔دوسری یہ کہ حدیث کے ضعف کاسبب 1 راوی کے حافظہ کی خرابی ہو،2 یااسناد میں انقطاع،3 یاکسی راوی کامجہول ہونا۔

16"حسن لغیرہ" کی وجہ تسمیّہ:اس حدیث کایہ نام رکھے جانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ "حسن" حدیث اپنی سند کی وجہ سے حسن نہیں بنی بلکہ اپنے تائید میں ایک دوسری سند کے مل جانے سے "حسن" بنی ہے۔

ہم اس کودرج ذیل ریاضی حساب کے طریقہ سے سمجھ سکتے ہیں

ضعیف(منجبر)+ضعیف(منجبر)=حسن لغیرہ

17 حسن لغیرہ "درجہ میں" حسن لذاتہ "سے کم ہوتی ہے۔" حسن لغیرہ "کے حکم جاننے کایہ فائدہ ہے کہ ہے کہ اگر" حسن لذاتہ "کا" حسن لغیرہ "کے ساتھ ٹکراؤہوجائے تو" حسن لذاتہ "مقدم ہوگی۔

ABM work shop notes

٤ -حُكْمه:

هو من المقبول الذي يحتج به.

٥ -مثاله:

"ما رواه الترمذي وحسنه، من طريق شعبة، عن عاصم بن عبيد الله، عن عبد الله بن عامر بن ربيعة، عن أبيه، أن امرأة من بني فزارة تزوجت على نعلين، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم" :أرضيت من نفسك ومالك بنعلين؟ "قالت: نعم، قال :فأجاز."

قال الترمذي" :وفي الباب عن عمر، وأبي هريرة، وسهل بن سعد، وأبي سعيد، وأنس، وعائشة، وجابر، وأبي حدرد الأسلمي."

قلت :فعاصم ضعيف لسوء حفظه، وقد حسن له الترمذي هذا الحديث لمجيئه من غير وجه.

## الشرح

## حسن لغیرہ مرتبہ کا راوی؟، صدوق سیئ الحفظ؟

**صدوق سیئ الحفظ**، وہ راوی جو استحضار کے لئے بہت وقت لیتا ہے اس کو کہتے صدوق سئیی الحفظ ہے، یاد کرلیتا ہے لیکن بہت زیادہ وقت لیتا ہے استحضار کے لئے اور ساتھ میں وہم (غلطی) کا اور بہت اَخطاء کا شکار بھی ہوتا ہے، اس وجہ سے 1 ثقہ، 2صدوق اور تیسری قسم (کیٹیگری) پیش آگئی یعنی 3صدوق سیئ الحفظ (ایساصدوق جس ميں حديث سنانے ميں وہم ہونا اور خطأ ہونا يا زيادہ وہم كا شكار ہونا ايسي كمزورياں ظاہر ہوجائے) کی موافقت اور مدد کے لئے اگر کوئی اسی طرح کا راوی مل جاتا ہے تو اس کو کہتے ہیں حسن لغیرہ یعنی خود سے وہ حسن درجہ کی روایت ثابت نہ ہوئی، بلکہ کسی اور کی مدد سے حسن ہوگئی (اذاتعددت طرقہ)[18]

## صدوق سیئ الحفظ کی قبولیت کے لئے محدثین کیا شرط لگاتے ہیں؟

جواب ہے کہ محدثین کہتے ہیں کہ ضعیف منجبر ہونا چاہئے، اگر اسکی تائید میں اسی طرح کا راوی آجائے تو اس وقت قبول کیا جائے گا ورنہ اس وقت تک اس کو قبولیت کے درجہ سے روک دیا جائے گا اور اگر دوسرا راوی آگیا تائید میں تو اس سند کو کہتے ہیں حسن لغیرہ ہے۔[19]

---

[18] **مجهول الحال اور مستور ہے**، بہت سارے ایسے راوی جمع ہوگئے جن کے بارے میں یہ پتہ چلے کہ وہ مجہول الحال ہے، اسی طرح بہت سارے مستور ہیں لیکن متن ایک جیسا آرہاہے اب ظاہر بات ہے اتنے مستور جب جمع ہوجائیں اور یہ سب ایک جیسا متن پیش کررہے ہیں تو فیصلہ یہ لیا جاتا ہے کہ اس کی کچھ نہ کچھ اصل تو ہوگی (**مستور اذاتعددت طرقه**) نوٹ: یہاں مجہول العین کی بات نہیں ہورہی ہے کیونکہ، مجہول العین کو تورد کردیاہے، علمائے کرام نے، لیکن مجہول الحال اور مستور کے بارے میں محدثین یہ تعریف پیش کرتے ہیں کہ (المرتبة **السابعة** : من روى عنه أكثر من واحد ولم يوثق ، وإليه الإشارة بلفظ : مستور ، أو مجهول الحال.

[19] ابن حجر نے صحیح، حسن، ضعیف منجبر وضعیف غیر منجبر میں فرق کیسے کیا؟

جواب: مندرجہ ذیل میں ابن حجر کے عربی عبارات ملاحظہ فرمائیے

الثالثة: من أفردَ بصفةٍ , كثقةٍ , أو متقنٍ , أو ثبتٍ , أو عدلٍ.
الرابعة : من قصر عن درجة الثالثة قليلا ، وإليه الإشارة : بصدوق ، أو لا بأس به، أو ليس به بأس.
الخامسة : من قصر عن الرابعة قليلا ، وإليه الإشارة بصدوق سيء الحفظ ، أو صدوق يهم ، أو له أوهام ، أو يخطىء ، أو تغير بأخرة / ويلتحق بذلك من رمي بنوع من البدعة ، كالتشيع والقدر، والنصب ، والإرجاء، والتهجم ، مع بيان الداعية من غيره.

ABM Work shop notes

## Lesson no.4

# *حسن لغیرہ

## *ضعيف منجبر [20]

## *ضعيف غير منجبر

اگر راوی صدوق سیئ الحفظ ہے لیکن جب اس کی تائید میں الگ الگ طرق جمع ہو جاتے ہیں تو یہ حسن ہے غیر کے ساتھ، اس کو کہتے ہیں حسن لغیرہ ۔

## حسن لغیرہ کا درجہ کب ملتا ہے؟

اس میں سیئ الحفظ درجہ کا راوی ہوتا ہے اور اس سند کے تین شروط پورے ہونا ضروری ہے۔

ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے کہا کہ

ABM work shop notes

---

[20] المحدث الدكتور ماهر الفحل
متى يتقوى الحديث الضعيف ؟
ليس كل حديث ضعيف يتقوى بالمتابعات والشواهد ؛ فإنَّ بعض الأحاديث يتقوى بذلك ، إذا كان الضعف يسيراً ؛ مثل : الغفلة ، وكثرة الغلط لمن كان حديثه كثيراً ، وسوء الحفظ ، والاختلاط ، وغيرها من أسباب الضعف غير الشديدة .
ونستطيع أن نُقَعّد لذلك قاعدة ، وهو : أنّ كل ما كان ضعفه بسبب عدم ضبط راويه الصدوق الأمين _ الذي لم تثلم عدالته _ فإنّ كثرة الطرق تقويه ؛ فتنفعه المتابعات والشواهد ، و يجبر ضعفه بمجيئه من طريق آخر ، ونستفيد من تلك الطرق المقوية أنَّ حفظ الراوي الأول لم يختلَّ في هذا لحديث خاصة ، بل إنَّه حفظ هذا الحديث ؛ بدليل المتابعات ، أو الشواهد ، وبهذا يرتقي من درجة الضعيف إلى درجة الحسن لغيره .
ويضاف إلى هذا : ما كان ضعفه لإرسال ، أو عنعنة مدلس ، أو لجهالة حال بعض رواته ، أو لانقطاع يسير ؛ فإنَّ هذا الضعف يزول بمجيئه من طريق آخر ، ويصير الحديث حسناً لغيره ؛ بسبب العاضد الذي عضده .
أمّا إذا كان الضعف شديداً ، فهذا لا تنفعه المتابعات ولا الشواهد ، ولا يرتقي حديثه عن درجة الضعيف ، ومثل هذا : من وصف بالكذب ، أو اتهم فيه ، وكذلك من وصف بالفسق ، وكذلك الهلكى ، والمتروكين ، وشديدي الضعف ، فمن كان ضعفه هكذا لا تؤثر فيه كثرة الطرق ، ولا يرتقي عن درجة الضعيف ؛ لشدّة سوء أسباب هذا الضعف ، وتقاعد الجابر عن جبره ، وهذه تفاصيل تدرك بالمباشرة ، قال الحافظ ابن حجر في النزهة : (( ومتى توبع السيء الحفظ بمعتبر كأن يكون فوقه أو مثله ، لا دونه ، وكذا المختلط الذي لم يتميز والمستور، والإسناد المرسل وكذا المدَّلس إذا لم يعرف المحذوف منه ، صار حديثهم حسناً ، لا لذاته بل وصفه بذلك باعتبار المجموع من المتابع والمتابَع لأن مع كل واحد منهم احتمال كون روايته صواباً ، أو غير صواب على حدٍ سواء )) .
(محاضرات في علوم الحديث)محاضرة 4

1-ضعیف منجبر ہو یعنی کے سدھرنے کے قابل ہوں، ضعیف یسیر ہو، بہت معمولی سا ضعف ہو، پرلے درجے کی ضعیف نہ ہو، یعنی متروک نہ ہو، ضعیف غیر منجبر نہ ہوں یعنی اگر منجبر ہونے کے لائق ہی نہیں ہے تو وہ ضعیف درجہ کی ہو جائے گی۔

2-یہ کمزوری عدالت میں نہ ہو بلکہ ضبط سے متعلق ہو۔

3-وہ اس سے زیادہ اوثق سے نہ ٹکرائے۔

یہ سب شرطیں لگا کر علمائے کرام نے حسن لغیرہ کی اجازت دیتے ہیں۔(تقریب مصطلح الحدیث للجربوعی نے مختلف علماء کی تعریفات نقل کرنے بعد یہ خلاصہ درج کیا ہے)

## کیا حسن لغیرہ محدثین کے پاس مقبول نہیں؟

بعض لوگوں نے اختلاف کیا اور کہا کہ حسن لغیرہ کوئی قسم ہی نہیں ہے، بلکہ مبتدع قسم ہے نعوذ باللہ نعوذ باللہ، شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن لغیرہ کو استعمال کیا ہے اور ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے حسن لغیرہ کو استعمال کیا ہے اور امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا فتح المغیث میں کہ اکثر محدثین، اکثر فقہاء نے اعتماد کیا ہے حسن لغیرہ کو، بلکہ انہوں نے جمہور اور اکثر کا دعوی کیا ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ سے حسن لغیرہ کا ثبوت پیش کیا ہے اور علل ترمذی پڑھیے آپ اس میں پائیں گے کہ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے کہاں پر حسن لغیرہ کو قبول کیا ہے اور اس کا سبب بھی ملتا ہے، تو بعض لوگ جلدی میں آکر حسن لغیرہ کا انکار کر دیتے ہیں۔فتدبر

ABM Workshop notes

Lesson no.5

## مراتب الرواۃ

مراتب الرواۃ کامطلب یہ ہوتاہے کہ راویوں کے الگ الگ مراتب ہوتے ہے کچھ راوی ہوتے ہے جن کی بات فوراقبول کرلی جاتی ہے اورکچھ ایسے راوی ہوتے ہیں کہ جن کو مددگار (سپورٹر) کی ضرورت ہوتی ہے اورکچھ ایسے راوی ہوتے ہیں کہ جن کی روایت قبول نہیں کی جاتی، محدثین نے جو قوانین بنائے وہ (فہم عام) common sense کے مطابق ہے کہ کس کی بات قبول کی جائے اورکس کی بات قبول کی نہ جائے، محدثین نے کافی اس پر محنت کی ہے اورانہوں نے جو گفتگو کی ہے میں اس کو آپ کے سامنے رکھوں گا۔

ابن حاتمؒ نے مراتب الجرح والتعدیل میں کہا کہ۔راوی پر جرح کی جاتی ہے یاتعدیل کی جاتی ہے،ابن ابی حاتم نے کافی اس پر محنت کی ہے اور امام ذہبی نے اس میں توسع کیا اورامام سخاویؒ کہتے ہے کہ بعد کے لوگوں نے ایسا کوئی اضافہ نہیں کیا کہ جس سے ابن ابی حاتم پر حرف آئے،امام ذہبی نے تفصیلی کام کیا یہ آپ کہہ سکتے ہے کہ ایساکام کیاکہ جس کی وجہ سے وضاحت مل جاسکتی ہے سپورٹ کے انداز میں کام کیا کوئی ایسااعتراض یاتضاد والا معاملہ نہیں ہے،توابن ابی حاتم کے لئے توفضل ہے کہ انہوں نے اس بارے میں کافی محنت کی،ابن ابی حاتم نے اورانکے بعد امام ذھبیؒ اورانکے بعد علامہ عراقیؒ نے کافی محنت کی ہے اور آپ جانتے ہے کہ عراقیؒ کے بہت سارے شاگرد ہوئے ہے،اس میں سے جو ابرز شاگرد ہے ان کانام ہے ابن حجرؒ پھر ابن حجرؒ کے بعد امام سیوطیؒ اورانکے بعد امام سخاویؒ انہوں نے فتح المغیث میں یہ ساری تاریخ جمع کی ہے کہ راویوں کو کب لیاجاتاہے؟اورکب نہیں لیاجاتاہےاورابن حجرؒ نے اس بارے میں جب تقریب التھذیب کتاب کی ترتیب دی توانہوں نے امام مزیؒ کی کتاب کو بنیاد بنایا،اوریہ امام مزی کون ہے ؟یہ سسرے ہے ابن کثیر کے یعنی کے امام ابن کثیرؒ داماد ہے امام مزیؒ کے،امام مزی،ابن تیمیہ کے معاصر مع شاگرد ہے،امام مزی نے کمال کیا کہ کتب ستہ کے راویوں پر تفصیلی طورپر 50 جلدوں میں کتاب لکھ ڈالی اس کانام ہے تہذیب الکمال،ابن حجرنے دیکھا کہ 50 جلدوں میں لکھنااورعام لوگوں کو یادرکھنا مشکل ہے تواس کے لئے انہوں نے خلاصہ واختصار کا انداز اپنایا،ایک راوی کے بارے میں کہ وہ جرح کے درجہ میں ہے یاتعدیل کے درجہ میں ہے؟ آخرکیالیول پر ہے،توانہوں نے راویوں کے 12 درجات بنائے اس کو کہتے ہے مراتب الجرح والتعدیل جو مراتب الرواۃ راویوں کے انہوں نے درجہ بندی کی ہے اس میں انہوں نے پہلے اعلی مرتبہ کے کون ہے اوراسکے بعد کے کم مرتبہ اوراس کے بعد اور تھوڑے کم مرتبہ کے ہوتے ہیں،ہوتے ہوتے آخرمیں

ABM Work Shop notes

12 میں سب سے خطرناک یا بیکار راوی یا جس کو رد کر دیا جائیگا تو یہ جو درجات ہوتے ہے انکو ابن حجرؒ نے سامنے رکھ کر تھذیب التھذیب جب کتاب لکھی تو یہ 6 جلدوں میں چھپی ہے تو اس کے بعد پھر ابن حجر نے یہ بھی سوچا کہ ایسا ہونا چاہئے کہ ایک راوی کے بارے میں ایک دو سطر میں لکھ دیا جائے کہ یہ قبول میں ہے یا نہیں ہے اگر ہے تو کیا لیول پر ہے؟ تو ابن حجر نے تقریب التھذیب کتاب لکھی اور انہوں نے اس کے اندر اور اسی طریقہ سے نخبہ / نزھۃ النظر میں مراتب الرواۃ پر گفتگو کی ہے، نخبہ / نزھۃ النظر ابن حجرؒ کی مصطلحات الحدیث کے باب میں مایہ ناز کتاب ہے، ابن حجر رحمۃ اللہ کی تحقیق کے مطابق محدثین کے تعامل کے حساب سے، رواۃ کے بارہ درجات و مراتب (level) آتے ہیں۔

## نوٹ: ان شاء اللہ اگلے دورہ یا Course، میں مراتب الرواۃ (12 مراتب) پر تفصیل سے ہم پڑھیں گے ان شاء اللہ

**نوٹ:** حدیث صحیح اور ضعیف بھی ہوتی ہے جیسا کہ امام ابو حنیفہؒ نے فرمایا کہ اذا صح الحدیث فھو مذھبی ، صحیح حدیث ہی میرا مذہب ہے، مطلب صحیح اور ضعیف میں فرق کرنا چاہئے ، امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے بہت پہلے یہ جملہ کہا تھا، اور محدثین بھی یہی کرتے ہیں اور احادیث کو صحیح اور ضعیف میں بانٹتے ہے۔

اگر آپ غور کرکے دیکھیں گے تو محدثین کا بڑا عظیم کارنامہ نظر آتا ہے، مستشرقین نے کافی محدثین پر ریسرچ کیا اور آخر میں انہوں نے طئے کیا اور کہا کہ ہم محدثین پر کئی سالوں سے ریسرچ کر رہے ہیں تا کہ کچھ غلطی نکالی جائے لیکن غلطی نکال نہیں پائے کیوں کہ محدثین نے اس طریقہ سے تاریخ کو محفوظ کیا کہ ویسے انداز میں کسی قوم نے تاریخ کو محفوظ نہیں کیا۔ (مقدمہ الاصابہ بزبان انگریزی–اسپر نگر مستشرق)

ABM Workshop notes

## Lesson no .6

## ضعیف(غیر منجبر)

**نوٹ:اس سبق میں ترکیز کیجئے ان اصطلاحات پر1-مردود ضعیف2-غیر منجبر ضعیف**

١ ـ**تعريفه :الضعيف**: ( تيسير مصطلح الحديث الشيخ محمود الطحان )

أ ـ**لغة :**ضد القوي، والضعف حسي ومعنوي، والمراد به هنا الضعف المعنوي[21].

ب ـ**اصطلاحا :**هو ما لم يجمع صفة الحسن، بفقد شرط من شروطه[22].

قال البيقوني في منظومته:

وكل ما عن رتبة الحُسْنِ قَصُرْ ... فهو الضعيف وهو أقسام كُثُرْ[23]

٢ ـ**تفاوته:**

ويتفاوت ضعفه بحسب شدة ضعف رواته وخفته، كما يتفاوت الصحيح. فمنه الضعيف، ومنه الضعيف جدا، ومنه الواهي، ومنه المنكر، وشر أنواعه الموضوع[24]

٤ ـ**مثاله:**

ما أخرجه الترمذي من طريق "حكيم الأثرم "عن أبي تميمة الهجيمي، عن أبي هريرة عن النبي صلى الله عليه وسلم قال" :من أتى حائضا أو امرأة في دبرها أو كاهنا فقد كفر بما أنزل على محمد"، ثم قال الترمذي بعد إخراجه" :لا نعرف هذا الحديث إلا من حديث حكيم الأثرم عن أبي تميمة الهجيمي عن أبي هريرة "ثم قال: "وضعَّفَ محمد٤ هذا

الحديث من قبل إسناده "قلت: لأن في إسناده حكيما الأثرم، وقد ضعفه العلماء، فقد قال عنه الحافظ ابن حجر في تقريب التهذيب" :فيه لين."

---

21 لغوی تعریف:لغت میں ضعیف قوی کی ضد میں مستعمل ہے۔یعنی کمزور اور کمزوری حسّی بھی ہوتی ہے اور معنوی بھی۔مگر یہاں معنوی کمزوری مراد ہے

22 یہ وہ حدیث(غیر منجبر)ہے جس میں حدیث حسن کی کوئی شرط مفقود ہو اور صفت حسن سے محروم ہو۔

23 ہر وہ حدیث(غیر منجبر)جو"حسن" کے مرتبہ سے کم ہو،وہ ضعیف ہے اور اس کی بے شمار اقسام ہیں

24مردود و غیر منجبر ضعیف میں بھی مراتب(درجہ بندی)ہیں،راویوں میں ضعف کی شدت اور کمی کے اعتبار سے،جیسے صحیح میں مراتب ہوتے ہیں،مردود غیر منجبر میں میں کچھ "ضعیف"کچھ بہت ضعیف اور کوئی"واھی"کہلاتی ہے اور منکر ہے اور سب سے بدتر قسم کا نام"موضوع"ہے۔

ABM Workshop notes

## حدیث ضعیف کب ہو جاتی ہے؟ اور اسکا کیا حکم ہے؟

مختصراً یہ کہ **یا تو** راوی پر طعن **یا تو** سند میں کچھ کمی ہوتی ہے،

### 1-راوی پر طعن:

راوی پر جرح وتعدیل کے احکامات سے واقفیت ضروری ہے گویا کہ آپ کو 12 درجات یاد رکھنا ہے یہ درجہ بنے کیسے؟ جیسے جیسے راوی میں کمزوری آتی جاتی ہے تو مرتبہ میں کمی آتی جاتی ہے اور ایک وقت پر مردود ہو جاتا ہے اور جو مردود ہے اس کے بھی کئ درجات ہے لیکن ہر ایک اپنے درجہ کے حساب سے رد کر دیا جاتا ہے تو کامن سنس بتاتا ہے کہ واقعی ایک ایسی درجہ بندی ہونی چاہئے اگر کوئی 90 نمبر لایا اور کوئی 100 لایا اور کوئی 70 تو کوئی 60 اور 0 کوئی لایا اور پھر آپ نے سب کو برابر کر دیا تو یہ انصاف کے خلاف ہے، قرآن میں کہا اللہ نے **وان جاءکم فاسق بنباء فتبینوا** اگر فاسق کوئی بھی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لو، (جاء کم) آنا یعنی اس سے سند کی اہمیت ثابت ہوئی اگر خبر لانے والا ہے تو عدالت اور ضبط کو چیک کیا جائے گا، اور سند و متن کو کر اس چیک کرو تو ظاہر ہے کہ علت اور شاذ کا پتہ چل جاتا ہے،

ابن حجرؒ نے راویوں کو بارہ درجات میں بانٹا ہے یا تو تعریف کی جاتی ہے تب وہ قبول کے درجہ میں آنے لگتا ہے اور اگر راوی کے بارے میں اس کی کمزوری بتادی جاتی ہے تو اس کی سند اور روایت کو رد کر دیا جاتا ہے اس کمزوری کے بھی مراتب ہے، لہذا قبول اور رد کئے جانا کا معاملہ کے اعتبار سے ابن حجر نے راویوں کے بارہ درجات بتائے ہیں۔

### 2-سندوں میں جو عیب ہوتا ہے یا نقص یا طعن یعنی کمزوری ثابت ہوتی ہو تو یہ بھی ایک سبب ہے ضعف حدیث کے لئے

اس پر بھی شیخ ابن عثیمینؒ نے آسان طریقے سے سمجھایا ہے کہ اتصال السند کی کمی کا مطلب کیا ہے؟،

ABM workshop notes

جواب: جیسے ہی سند ٹوٹ جاتی ہے اگر شروع میں ٹوٹتی ہے تو ایسے کو کہتے ہے کہ معلق ہے، اگر سند آخر میں ٹوٹ جاتی ہے تو اس کو کہتے ہیں مرسل ہے، اگر سند درمیان میں کہی سے بھی ٹوٹ جائے تو اس کو کہتے ہیں منقطع اور اگر سند کے درمیان میں سے لگاتار دو راوی ٹوٹ جاتے ہیں اور درمیان میں لگاتار گر جاتے ہے تو اس کو معضل کہتے ہے اور مدلس کس کو کہتے ہیں؟: دھوکہ کی ایک شکل ہے، دیکھنے میں سند اچھی لگ رہی لیکن راوی نے چھپا کر اندر سے کوئی سند کو توڑ دیتا ہے ظاہر طور پر نہیں لیکن تلاش کرنے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ راوی نے چھپا دیا ہے یا توڑ دیا ہے سند کو اور راوی کے نام کو کوئی اور لقب ڈال کر یا اس طریقہ سے گفتگو کی ہے کہ ملا تو ہے روایت بھی کی ہے لیکن یہ معین حدیث نہیں سنا ہے، (دیکھئے محدثین کا کارنامہ کہ ملا ہے لیکن سنا نہیں ہے یہاں تک بھی محدثین دیکھتے ہیں)، معلل اور مدلس پر مستقل درس آنے والا ہے ان شاء اللہ ،

(نوٹ: تدلیس کی ایک قسم میں، سماع کی تصریح کی اہمیت پر مستقل درس آنے والا ہے، ان شاء اللہ)

*************************************************************

*************************************************************

***********

## حدیثِ ضعیف پر عمل اور اس سے استدلال سے متعلق فتاوی جات اردو:

**قول اول:**

مطلق جائز

**قول ثانی:**

جائز ہے، چند شروط کے ساتھ

ABM work shop notes

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ نے ضعیف حدیث پر عمل کرنے کی شروط کا خلاصہ بیان کیا ہے جو درج ذیل ہے:

- 1 ضعیف زیادہ شدید نہ ہو، اس لیے کسی ایسی حدیث پر عمل نہیں کیا جائیگا جسے کسی ایک کذاب یا متہم بالکذب یا فحش غلط راوی نے انفرادی طور پر بیان کیا ہو۔

- 2 وہ حدیث معمول بہ اصول کے تحت مندرج ہو۔

- 3 اس حدیث پر عمل کرتے ہوئے اس کے ثابت ہونے کا اعتقاد نہ رکھا جائے، بلکہ احتیاط کا اعتقاد ہو۔

## قول ثالث:

مطلق ناجائز:

نوٹ: شیخ البانی اور شیخ مشہور حسن نے کہا کہ دوسرا قول صرف نظریاتی طور پر صحیح ہے جہاں تک عمل کا معاملہ اس لحاظ سے تیسرا قول راجح ہے اور عوام کے لئے اور ہر علم والے کے لئے ممکن نہیں کہ وہ ان شروط کو تطبیق دے اور صحیح میں اتنا علم اور فضائل موجود ہیں کہ ہم مستغنی ہے، مردود وغیر منجبر ضعیف سے یہی بات ابن عثیمین رحمۃ اللہ علیہ اپنے اخیر فتوی میں کہی ہے، اہل علم نے یہ بھی کہا کہ ضعیف مردود کو فضائل میں تساہل برتتے ہوئے اجازت دینے سے دو خرابیاں جنم لیتی ہیں 1۔ بدعات کی ترویج 2۔ صحیح احادیث کی ترویج میں کمی بلکہ بعض اہل علم نے کہا حقیقت میں تین شرطوں پر کوئی مردود ضعیف منطبق نہیں ہوتی، اور شیخ البانی نے یہ بھی کہا کہ فضائل میں ضعیف کو قبول کرنے سے ایک اور خرابی جنم لیتی ہے جو کہ شرعی اعتبار سے غیر مقبول ہے وہ یہ کہ فضیلت کا عقیدہ بندہ اپنے دل میں بٹھالیتا ہے تو کیا ضعیف حدیث کی بنیاد پر فضیلت کا عقیدہ رکھ لینا درست ہے؟ اور مستحب سمجھ لینا اس فضیلت کی بنیاد پر کیا یہ صحیح ہے؟ اسی طرح مردود ضعیف حدیث کی بنیاد پر جو علم حاصل ہوتا ہے اس علم کو مردود ظنی علم ہے کیا مردود ظنی علم کی ترویج کی اجازت دی جاسکتی ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا، ابن حجر رحمہ اللہ نے عوام میں اس کو عام نہ کرنے اور ضعف واضح کرنے کی شرط لگائی اس سے ابن حجر کا موقف واضح ہوتا ہے کہ شروط ذکر کرنے

ABM Workshop notes

کے باوجود عملی طور پر تیسرے قول کی طرف ہی میلان ظاہر ہورہا، بار بار ان کی عبارات کو جمع کرکے تدبر کرنے کی نصیحت کی ہے شیخ البانی رحمۃ اللہ علیہ نے۔ واللہ اعلم

نوٹ: میں نے اگلے صفحات میں عربی عبارات اسی لئے نقل کی ہیں تاکہ شیخ البانی کا موقف اور سبب ترجیح سمجھنے میں آسانی ہو ان شاءاللہ۔ تفصیل کے لئے شیخ البانی کی کتاب، تمام المنۃ کا مقدمہ ضرور پڑھئے

---

## ضعیف پر عمل سے متعلق علماء کے تین موقف اور اقوال عربی عبارت کے اقتباسات کی شکل میں:

### القول الاول :

الجواز مطلقا

### القول الثانی :

يجوز الاستدلال بالشروط

### 1- فتوى ابن عثيمين

هل يستدل بالأحاديث الضعيفة ؟

الشيخ محمد بن صالح العثيمين

السائل : هل يُستدل بالأحاديث الضعيفة؟

الشيخ : الأحاديث الضعيفة لا يُستدل بها ولا يجوز أن تنسب إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم إلا على وجه يُبيّن فيه أنها ضعيفة ومن حدّث عن رسول الله صلى الله عليه وسلم بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبَيْن وقد ثبت عن النبي صلى الله عليه وسلم أنه قال :من كذب علي متعمداً فليتبوأ مقعده من النار فلا يجوز العمل بالحديث الضعيف.
لكن بعض أهل العلم رخص في ذكر الحديث الضعيف بشروط ثلاثة، الشرط الأول: ألا يكون ضعفه شديدا.
والشرط الثاني: أن يكون له أصل.
والشرط الثالث: أن لا يعتقد أن النبي صلى الله عليه وسلم قاله فإن كان الضعف شديدا فإنه لا يجوز ذكر الضعيف أبدا إلا إذا كان الإنسان يريد أن يبيّن ضعفه وإذا كان ليس له أصل فإنه لا يجوز ذكره أيضا.
مثال الذي له أصل أن يأتي حديث في فضل صلاة الجماعة مثلا وهو ضعيف فلا حرج من ذكره هنا للترغيب في صلاة الجماعة لأنه يرغّب في صلاة الجماعة ولا يضر لأنه إن كان صحيحا فقد نال الثواب المرتّب عليه وإن لم يكن صحيحا فقد استعان به على طاعة الله لكن مع ذلك يأتي الشرط الثالث أن لا تعتقد أن النبي صلى الله عليه وسلم قاله ولكن ترجو أن يكون قاله من أجل ما ذكِر فيه من الثواب.
السائل : طيب.
الشيخ : على أن بعض أهل العلم قال: إن الحديث الضعيف لا يجوز ذكره مطلقا إلا مقرونا ببيان ضعفه وهذا القول لا شك أنه أحْوط وأسلم للذمة ومسألة الترغيب أو الترهيب يكفي فيها الأحاديث الصحيحة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم.

### 2- فتوى شيخ بن باز

السؤال:

ABM work shop notes

قد يكون الحديث ضعيف السند لكن معناه صحيح، فهل يُعمل به؟

الجواب:

يُعمل بالأصل، الأصل ما دل عليه القرآن والأحاديث الصحيحة.

س: الشيخ ناصر الألباني حفظه الله يقول إن الحديث الضعيف مبني على الظن، ولهذا لا يرى العمل به؛ لأنه مبني على الظن، وأن الظن أكذب الحديث؟

الشيخ: لا لا، الأحاديث الضعيفة تُستعمل في الترغيب والترهيب، ويُستعمل في التي ثبت أصلُها.

س: رد على هذا قال إن الأحاديث الصحيحة مليئة بأحاديث الترغيب والترهيب، فلماذا يُستغنى عنها؟

الشيخ: لا بأس، ذِكْرُها من باب الترغيب والترهيب، رُوي عن النبي ﷺ، مثل ما قال العلماء، روي يذكر مِنْ غير جَزْم.

## القول الثالث:

وقال أبو بكر بن العربي بعدم جواز العمل بالحديث الضعيف مطلقاً لا في فضائل الأعمال ولا في غيرها .. انظر في ذلك تدريب الراوي ( 1/252 ) .

قال الألباني " :والذي أدين الله به, وأدعو الناس إليه أن الحديث الضعيف لا يعمل به مطلقاً, لا في الفضائل والمستحبات, ولا في غيرهما ]". صحيح الجامع الصغير1/ 45[

## فتوى الشيخ الالبانى :

كلام الشيخ حول العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال وأقوال العلماء فيه، مع ذكر بعض الأمثلة على ذلك

الشيخ محمد ناصر الالباني

الشيخ :اشتهر عند العلماء القول بجواز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال وهي مسألة في الحقيقة فيها خلاف بين المحدثين فالمشهور عندهم أو عند جمهورهم أنه يجوز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال وعند آخرين وهم وإن كانوا قليلين لكن يعتقد أن الصواب معهم يقولون لا يجوز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال وتوسط آخرون بين هؤلاء وهؤلاء فقالوا يجوز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال بشروط ثلاثة: من هذه الشروط ألا يشتد ضعف الحديث وهم في الواقع يعنون بهذه الكلمة ألا يكون في سند الحديث راو شديد الضعف وهو الذي يقال في مثله متروك أو متهم بالكذب أو من باب أولى إذا قيل فيه كذاب أو وضاع فإذا كان في السند هذا الضعف الشديد فلا يجوز العمل عند هؤلاء الذين توسطوا بين الأولين والآخرين فهذا من الشروط ومنها أن يكون للحديث علاقه بالأصول العامة أو بمعنى آخر ألا يخالف الأصول العامة في الشريعة مثاله حديث صلاة التسابيح فكلكم يعلم أن هذه الصلاة تختلف في هيئتها وفي كيفيتها عن كل الصلوات المعهودة فهذا الحديث عند من يقول بضعفه يدخل في القاعدة المذكورة آنفا ألا يخالف المبادئ والقواعد العامة فمثل هذه الصلاة ليس لها صورة بخلاف مثلا أي صلاة أخرى مبنية على ركعتين يقرأ فيها كذا في الركعة الأولى كذا والركعة الثانية كذا لكن لا تخالف صلاة ركعتين سنة الفجر فرض الفجر إلى آخره الذي يأتي بهذا التفصيل ويشترط هذا الشرط لا يعمل بحديث صلاة التسابيح لأنه ليس له مثيل يعني في الشريعة هذا من الشروط أو هو الشرط الثاني
الشرط الثالث والأخير ألا يلتزم العمل بهذا الحديث الضعيف وإنما تارة وتارة حتى لا يتوهم بأنه سنة ثابتة عن النبي صلى الله عليه وآله وسلم.
قلت آنفا بأن القول الثاني الذين يسدون الباب سدا محكما ولا يجيزون العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال قلت إن قولهم هو الصواب فيما أرى والسبب في ذلك يعود في رأيي إلى أمرين اثنين وهذا من فضل الله عز وجل علينا أننا فهمناه من ملاحظتنا لشيء درسناه في السنة أولا ثم لشيء آخر درسناه في واقع أولئك الذين يتبون العمل بالحديث الضعيف ثانيا ذلك أن العلماء الذين قالوا من قبل كما يروى عن الإمام أحمد أو غيره أنه إذا كان الحديث في الفضائل تساهلنا وإذا كان في الأحكام تشددنا يعنون في الأسانيد ما يعنون أن يروي الراوي الحديث قال رسول الله ثم هو يعمل به فيقال له لماذا تعمل به فيقول هذا حديث ضعيف لا إنما يعنون أنهم إذا رروا الحديث عن رسول الله بالسند وفي السند رجل مضعف فقد أدوا الأمانة هكذا وصلنا الحديث فهو إذا كان الحديث عنده في السند ضعف لا يمنعه من أن يعمل به احتياطا لكن فيما بعد تتطور الموضوع في القرن الرابع وأنت نازل لم يبق هناك أحاديث تذكر بالأسانيد وإنما مفصولة الأسانيد عنها وحينئذ لم يبق هناك مجال لمعرفة الصحيح من الضعيف إلا بتنصيص علماء الحديث أنه هذا صحيح وهذا ضعيف حينئذ إذا عرف الواحد منهم أنه هذا الحديث ضعيف وعمل به فهو إما أن يكون مع القول الأول أو الثاني أما القول الثالث فهو يقول لا يجوز لك أن تعمل بالحديث الضعيف فبناء على القول الأول والقول الثاني أنا بلاحظ ما يأتي هم قالوا يجوز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال يعني إذا عرفت أنه هذا الحديث ضعيف يجوز لك العمل به والواقع الذي أشرت إليه آنفا والذي لاحظته بنفسي وكان ذلك من دواعي ترجيحي للقول المانع من العمل بالحديث الضعيف مطلقا أن الذين يعملون بالأحاديث الضعيفة لا يلتفتون إطلاقا ليعرفوا أنه هذا الحديث ضعيف ولا لا لأننا فاجأناهم مرارا يا شيخ هو رجل عالم فاضل لماذا أنت تعمل بهذا الحديث وهو ضعيف ؟ يقول لك يا أخي يعمل بالحديث الصعيف في فضائل الأعمال لكن هل أنت عارف أنه هذا الحديث ضعيف ما عنده خبر خاصة بالنسبة للقول الوسط بقول لك ينبغي أن تعرف أنه هذا الحديث ضعيف حتى لا تثابر على العمل به كما لو كان الحديث صحيحا ولهذه الغفلة عن هذه الشروط انتشر العمل بالأحاديث الضعيفة بين المسلمين بكثرة رهيبة جدا وكان من آثار ذلك أن اختلط الحابل بالنابل كما يقال والصحيح في السقيم فلم يعد المتعبد العالم الصالح منهم يميز بين السنة الصحيحة والسنة الضعيفة خذوا مثلا صلاة التراويح عشرين ركعة ليس هناك حديث صحيح إطلاقا فيه حديث ضعيف لكن كمان يشفع لهم للعمل بهذا هذه القاعدة يعلم بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال طيب أنتم بتعملوا دائما وأبدا بتصلوا التراويح عشرين ر كعة ما عمركم صليتم التراويح على السنة الصحيحة إحدى عشر ركعة كيف يقال إنه يجوز العمل بهذا الحديث أنت مأذون لك.

السائل :نعم نعم.

الشيخ :أخطأت.

الشيخ والحضور : يضحكون

الشيخ :ذكرت آنفا أن من الأمور التي تحول بين الناس والعمل بالحديث الضعيف أنهم يقعون في العمل بأحاديث ضعيفة وهم لا يعلمون بها والأئمة الذين أجازوا العمل بالحديث الضعيف قالوا إذا كان الحديث الضعيف تساهلنا في الفضائل وإذا كان في الأحكام تشددنا فهم يتكلمون كلام العالم المميز بين الصحيح وبين الضعيف أما جماهير المسلمين اليوم حتى العلماء منهم غير المتخصصين في علم الحديث هم لا يعلمون الفرق بين العمل بحديث صحيح والعمل بين حديث ضعيف فأي حديث بلغهم انطلقوا إلى العمل به هذا من محاذير إطلاق القول بجواز العمل بالحديث الضعيف وهو المذهب الأول أما المذهب الثاني فهو المنع وقلنا هو الصواب لماذا؟ لأن المذهب الوسط الذي وضع شروطا هذه الشروط نظرية غير عملية ولذلك سيعود القول الوسط من الناحية العملية إلى القول الثاني المقابل للقول الأول لأنهم يقولون ينبغي يجوز العمل بالحديث الضعيف كما ذكرت آنفا وأعيد لكي أبني عليه ملاحظتي الأخرى وهي التي تعتمد على دراستي في السنة يقولون أول شرط معرفة كون الحديث ضعيفا من الذي يعرف من المسلمين أنه أي حديث ضعيف يعمل به في فضائل الأعمال الذين يعرفون هذا أقل من القليل بكثير إذا بالنسبة لجماهير المسلمين الأولى بهم أن يتبنوا المذهب الثاني لا يجوز العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال هذا الشرط الأول الشرط الثاني أن يكون داخلا في عمومات من الشريعة هذه من يعرفها لا يعرفها إلى خاصة العلماء خاصة الناس الشرط الثالث ينبني على الشرط الأول والثاني وهو عدم المواظبة عليه فتبقى هذه الشروط التي وضعت لتجويز العمل بالحديث الضعيف شروط نظرية لا يمكن تطبيقها عمليا.

## فتوى الشيخ الالبانى

## الأخذ بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال.

## الشيخ محمد ناصر الالباني

السائل :
هناك بعض الأحاديث الضعيفة تكون ضعيفة جدًا

الشيخ :
تقصد هل كل حديث ضعيف مهما كانت مرتبته في الضعف هكذا تقصد ، أولاً كما ذكرنا آنفا العلماء مختلفون في الأخذ بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال والصحيح أنه لا يؤخذ به مطلقًا الذين ذهبوا إلى الأخذ بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال انقسموا إلى قسمين منهم من أطلق الأخذ بالحديث في فضائل الأعمال ولم يعطي لهذا الحديث صفة معينة ومنهم من قيد ووضح وبين ولو كان الصواب الأخذ بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال لكان هذا المذهب الذي فصل الحديث الضعيف وقيده هو المذهب الصحيح فقال يؤخذ بالحديث الضعيف بشروط ثلاثة ـ الشرط الأول أن لا يشتد ضعفه ، الشرط الثاني أن يكون مطابقًا لأصل من أصول الشريعة أو قاعدة من قواعدها والشرط الثالث أن لا يتخذ ذلك عادة للتفريق بين ما هو سنة ثابتة وما ليس بسنة وهذا التفصيل نقله الحافظ ابن حجر في رسالته تبيين العجب فيما ورد في فضل رجب ونقله عنه تلميذه الحافظ السخاوي في كتاب من كتبه منها فتح المغيث في شرح علوم الحديث ... الاجزاء نقلها عنه واعتمدها ، هذا التفصيل هو الصواب فيما لو كان الأخذ بالحديث الضعيف هو الصواب لكن الصواب أنه لا يجوز الأخذ بالحديث الضعيف مطلقًا لأنه باتفاق العلماء هؤلاء الذين اختلفوا لا يفيد الحديث الضعيف إلا الظن المرجوح والله عز وجل ذم قوماً يأخذون بالظن ووصف هذا الظن بأنه لا يغني من الحق شيئا والرسول عليه السلام قال فيما رواه البخاري ومسلم إياكم والظن فإن الظن أكذب الحديث فكما لا يجوز للمسلم أن يظن بأخيه المسلم شرا كذلك لا يجوز أن ينسب الى النبي صلى الله عليه وسلم بالظن شيئا لأنه أمر كما قال

ABM work shop notes

عليه السلام إن كذبًا علي ليس كالكذب على أحدكم فمن كذب علي متعمدًا فل يتبوأ مقعده من النار لعلي أجبتك عن سؤالك ؟

## وقال العلامة اللكنوي

”ويُحرم التساهل في (الحديث الضعيف) سواءً كان في الأحكام أو القصص أو الترغيب أو الترهيب أو غير ذالك“ [الآثار المرفوعة في الأخبار الموضوعة (ص21)].

## وقال المُحدث أحمد شاكر

”والذي أراه أنَّ بيان الضعف في الحديث واجب على كل حال ، ولا فرق بين الأحكام وبين فضائل الأعمال ونحوها في عدم الأخذ بالرواية الضعيفة ، بل لا حُجة لأحد إلا بما صح عن رسول الله من حديث صحيح أو حسن“ [الباعث الحثيث (ص101)].

**المحدث محمد ناصر الدين الألباني** [أنظر صحيح الترغيب والترهيب(1/47) ].

**وقال رحمه الله** ”العمل بالضعيف فيه خلاف عند العلماء ، والذي أُدينُ الله به ، وأدعوا الناس إليه ، أنَّ الحديث الضعيف لا يُعمل به مُطلقاً لا في الفضائل ولا المُستحبات ولا غيرها“ [صحيح الجامع الصغير وزيادته(1/49) ].

**وقال أيضاً** ”وخُلاصة القول أنَّ العمل بالحديث الضعيف في فضائل الأعمال لا يجوز القول به على التفسير المرجوح هو لا أصل له ، ولا دليل عليه“ [تمام المنة (ص38)].

**وقال أيضاً** ”فلا يجوز العمل بالحديث الضعيف لأنه تشريع ، ولا يجوز بالحديث الضعيف لأنه لا يُفيد إلا الظن المرجوح إتفاقاً ؛ فكيف يجوز العمل بعلته“ [سلسلة الأحاديث الضعيفة(2/52) ].

**وقال المحدث مُقبل بن هادي الوادعي** ”والعلماء الذين فصلوا بين الحديث الضعيف في فضائل الأعمال وبينه في الأحكام والعقائد ، يقول الإمام الشوكاني رحمه الله في كتابه (الفوائد المجموعة) : ((إنه شرع ، ومن أدعى التفصيل فعليه بالبرهان)) ، والأمر كما يقول الشوكاني رحمه الله ، والنبي صلى الله عليه وسلم يقول ((من حدَّثَ عني بحديث يرى أنه كذِّب فهو أحد الكذابين))“ [المقترح في أجوبة أسئلة المصطلح (السؤال 213)(ص108. [(

**وقال العلامة الشيخ ابن عثيمين في شرح البيقونية** ”والحمد لله فإن في القرآن الكريم والسنة المُطهرة الصحيحة ما يُغني عن هذه الأحاديث“

## قال الحافظ ابن حجر العسقلاني

”ولا فرق في العمل بالحديث الضعيف في الأحكام أو الفضائل إذ الكُّل شُرع“ [تبين العجب (ص04)].

قال العلامة الألباني :"**ويبدو لي أن الحافظ رحمه الله يميل إلى عدم جواز العمل بالضعيف** بالمعنى المرجوح لقوله فيما تقدم: "...ولا فرق في العمل بالحديث في الأحكام أو في الفضائل إذ الكل شرع".[تبين العجب (ص04)] . (تمام المنة)

وقال الحافظ ابن حجر في "تبيين العجب" ص 3 - 4: "اشتهر أن أهل العلم يتساهلون في إيراد الأحاديث في الفضائل وإن كان فيها ضعف ما لم تكن موضوعة وينبغي مع ذلك اشتراط أن يعتقد العامل كون ذلك الحديث ضعيفا وأن لا يشهر ذلك لئلا يعمل المرء بحديث ضيف فيشرع ما ليس بشرع أو يراه بعض

الجهال فيظن أنه سنة صحيحة وقد صرح بمعنى ذلك الأستاذ أبو محمد بن عبد السلام وغيره وليحذر المرء من دخوله تحت قوله صلى الله عليه وسلم": "من حدث عني بحديث يرى أنه كذب فهو أحد الكاذبين" فكيف بمن عمل به؟! ولا فرق في العمل بالحديث في الأحكام أو في الفضائل إذ الكل شرع".(تمام المنة للألباني)
وقال الحافظ ابن حجر العسقلاني ”تجوز رواية الحديث الضعيف إن كان بهذا الشرطين : ألا يكون فيه حكم ، وأن تشهد له الأصول“ [الإصابة في تميز الصحابة(5/690) ].

**وكأن الحافظ ابن حجر لما اشترط هذه الشروط إنما أراد بذلك أغلق الباب أصلا ولكن لم يفهم كلامه إلا من رحم الله** فاشتراطه بأن لا يكون الحديث شديد الضعف و أن يكون ضعفه يسيرا فهذا شرط غلق الباب أمام العوام على الأقل فهم لا يعرفون ما معنى الضعيف حتى يدركوا يسيره من شديده فيكون هذا خاصا بأهل الحديث دون غيرهم.

# والــراجح من أقوال أهل العلم:

قال الشيخ الدكتور عبدالكريم الخضير حفظه الله في كتابه (الحديث الضعيف وحكم الاحتجاج به) بعد ذكر الخلاف في هذه المسألة ”ومن خلال ما تقدم يترجح عدم الأخذ بالحديث الضعيف مُطلقاً لا في الأحكام ولا في غيرها لما يلي:
أولاً : لاتفاق علماء الحديث على تسمية الضعيف بالمردود.
ثانياً : لأن الضعيف لا يُفيد إلا الظن المرجوح ، والظن لا يُغني من الحق شيئاً.
ثالثاً : لِما ترتب على تجويز الاحتجاج به من تركٍ للبحث عن الأحاديث الصحيحة والاكتفاء بالضعيفة
رابعاً : لِما ترتب عليه نشوؤ البدع والخُرافات والبعد عن المنهج الصحيح“

## سبب ترجيح الشيخ مشهور حسن ال سلمان تلميذ الشيخ الالبانى

أما الشروط التي ذكرها ابن حجر للعمل في الحديث الضعيف كما نقلها عنه السخاوي في (القول البديع) فذكر شروطًا لو فحصنا هذه الشروط لوجدناها نظرية، ولا قيمة لها من العملية، فقال : يشترط للعمل في الحديث الضعيف في فضائل الأعمال شروط:
الأول :ألا يكون ضعفه شديدًا، فأغلب الأحاديث التي يذكرها الناس هذه الأيام سقطت.
والثاني : أن يبين من يحتج بالحديث أنه ضعيف.
والثالث : أن يقوم مقام هذا الحديث الضعيف أصل صحيح في الدين، فماذا بقي؟.
فالنتيجة أن الحديث الضعيف لا يعمل به في فضائل الأعمال ومثال ذلك :صلاة الضحى قام في الشرع ما يأذن بمشروعيتها، فيأتينا حديث فيه ضعف؛ أنَّ لها من الأجور والفضائل كذا وكذا، فأنا أصلي الضحى من أجل الأصل الموجود في الشرع، لا من أجل الحديث في الأجور، فالحديث الضعيف أصبح لا فائدة منه.

فالصواب أن الحديث لا يعمل به، وفي الصحيح غنية عن الضعيف، ولا يوجد في ديننا حديث ضعفه يسير على الشروط المذكورة، إلا وقد قام أصل في الشرع من أجله نعمل بالطاعة.

# توجيه قول الامام أحمد :

ARM workshop notes

قال العلامة محدِّثُ وادي النيلِ الشيخُ أبو الأشبالِ أحمد شاكر ـ رحمه اللّٰه ـ في (( الباعث الحثيث ))
[ص/101: ]
))وأمَّا ما قاله أحمد بنُ حنبلٍ ، عبدُ الرحمن بنُ مهديٍّ ، وعبدُاللّٰه بنُ المباركِ:
))إذا روينا في الحلال والحرام شددنا ، وإذا روينا في الفضائل ونحوه تساهلنا: ((
فإنما يريدون به ـ فيما أُرجِّحُ ، واللّٰه أعلم ـ أنَّ التساهلَ إنما هو في الأخذِ بالحديث الحسنِ الذي لم يصل إلى درجة الصِّحةِ ؛ فإن الاصطلاح في التفرقةِ بين الصحيح والحسنِ لم يكن في عصرهم مستقرًّا واضحاً ؛ بل كان أكثرُ المتقدِّمين لا يصفُ الحديث إلا بالصحةِ أو الضعفِ فقط. ((
قال ابن مفلح في «الآداب الشرعية»( ) . (304/2): "وعن الإمام أحمد ما يدل على أنه لا يعمل بالحديث الضعيف في الفضائل والمستحبات، ولهذا لم يستحب صلاة التسبيح؛ لضعف خبرها عنده، مع أنه خبر مشهور عمل به، وصححه غير واحد من الأئمة، ولم يستحب أيضاً التيمم بضربتين على الصحيح عنه، مع أن فيه أخباراً وآثاراً"
وقال ابن مفلح في " الفروع " _ 1 / 268: "
"وعدم قول أحمد بها - أي : صلاة التسبيح - يدل على أنه لا يرى العمل بالخبر الضعيف في الفضائل. "

## المصدر:

https://www.kulalsalafiyeen.com/vb/showthread.php?t=32065

https://www.ajurry.com/vb/forum/%D9%85%D9%86%D8%A7%D8%A8%D8%B1-%D8%A7%D9%84%D9%85%D8%AA%D9%88%D9%86-%D8%A7%D9%84%D8%B9%D9%84%D9%85%D9%8A%D8%A9-%D9%88%D8%B4%D8%B1%D9%88%D8%AD%D9%87%D8%A7/%D9%85%D9%86%D8%A8%D8%B1-%D8%A7%D9%84%D9%81%D9%82%D9%87-%D9%88%D8%A3%D8%B5%D9%88%D9%84%D9%87/940-%D9%84%D8%A7-%D9%8A%D8%AC%D9%88%D8%B2-%D8%A7%D9%84%D8%B9%D9%85%D9%84-%D8%A8%D8%A7%D9%84%D8%A3%D8%AD%D8%A7%D8%AF%D9%8A%D8%AB-%D8%A7%D9%84%D8%B6%D8%B9%D9%8A%D9%81%D8%A9-%D9%85%D8%B7%D9%84%D9%82%D9%8B%D8%A7-%D9%88%D9%84%D9%88-%D9%81%D9%8A-%D9%81%D8%B6%D8%A7%D8%A6%D9%84-%D8%A7%D9%84%D8%A3%D8%B9%D9%85%D8%A7%D9%84-%D8%A3%D9%88-%D8%A7%D9%84%D8%AA%D8%B1%D8%BA%D9%8A%D8%A8-%D9%88%D8%A7%D9%84%D8%AA%D8%B1%D9%87%D9%8A%D8%A8

ABM work shop notes